تعارف وتبصرہ

مذاہب میں عورت کا مقام- ایک تقابلی مطالعہ　　محمد یونس قریشی

ناشر: قریشی اینڈ سنز پبلشرز، وارانسی (یو پی) تقسیم کار: نیو کریسنٹ پبلشنگ کمپنی، دہلی-۶، سنہ اشاعت: ۲۰۱۰ء، صفحات: ۳۳۹، قیمت: ۲۰۰ روپے

اسلام نے عورت کو کتنا اعلیٰ مقام دیا ہے اور اس کے کتنے بیش قیمت حقوق متعین کیے ہیں اس کا صحیح اندازہ اس صورت میں لگایا جاسکتا ہے جب دیگر مذاہب میں اس کی حیثیت اور اس کو عطا کردہ حقوق کی تفصیلات بھی سامنے ہوں۔ اسی وجہ سے موجودہ دور میں عربی، انگریزی اور اردو زبانوں میں مسلم علماء اور دانش وروں نے اس موضوع پر جو کتابیں تصنیف کی ہیں، ان کی ابتدا میں دیگر مذاہب میں عورت کی حیثیت سے بھی بحث کی ہے، لیکن عموماً یہ بحث مختصر ہے اور ثانوی مراجع کو بنیاد بنایا گیا ہے۔ زیر نظر کتاب کا امتیاز یہ ہے کہ اس میں عورت کے مقام و مرتبہ کے تعلق سے ہندومت، عیسائیت اور اسلام کی تعلیمات کا تقابلی مطالعہ تفصیل سے کیا گیا ہے اور ان تعلیمات کو اصل مصادر (Original Sources) سے نقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ ہندو دھرم شاستروں کے اقتباسات سنسکرت میں، بائبل کے اقتباسات انگریزی میں اور قرآنی آیات کو عربی میں درج کیا گیا ہے، ساتھ ہی ان کا اردو ترجمہ بھی تحریر کیا گیا ہے۔

یہ کتاب پندرہ ابواب پر مشتمل ہے۔ ان کی تفصیل یہ ہے: (۱) عورت کی ابتدا (۲) شادی (۳) شادی کی اقسام اور طور طریقے (۴) کثیر الازواجی اور کثیر الشوہری (۵) مطلّقہ یا بیوہ عورتوں کی دوبارہ شادی (۶) طلاق (۷) طائفہ (۸) دیوداسی (۹) ستی پرتھا (۱۰) شوہر اور بیوی کے باہمی حقوق و فرائض (۱۱) رسم پردہ (۱۲) تعلیم نسواں (۱۳) حقِ وراثت (۱۴) عورتوں کو حقِ شہادت (۱۵) عورتوں کی حالت۔ ہر باب میں فاضل مصنف نے متعلقہ موضوع پر ہندومت، عیسائیت اور اسلام کی تعلیمات کو الگ الگ معروضی انداز میں پیش کیا ہے، لیکن ان کے تقابل سے اسلام کی برتری ظاہر ہوتی

ہے اور واضح ہوتا ہے کہ دیگر مذاہب نے عورت کو جو حیثیت دی ہے اور اسے جو حقوق عطا کیے ہیں، ان کے مقابلے میں اسلام نے اسے کہیں زیادہ بلند مقام پر فائز کیا ہے اور کہیں زیادہ حقوق مرحمت کیے ہیں۔

اس کتاب کے ذریعے خاص طور سے ہندو مت میں عورت کی بڑی الم ناک تصویر سامنے آتی ہے، اس کا خلاصہ مصنف کے الفاظ میں یہ ہے کہ ''دھرم شاستروں کے مطابق گو کہ ہندو بیوی اردھانگنی (جسم کا نصف حصہ) اور دیوی کہی گئی ہے، پھر بھی مکمل طور سے غلامی کی زنجیر میں جکڑی ہوئی ہے (ص ۲۳۵) ہندو مذہبی کتابوں میں عورت کو جھوٹ کا مجسّمہ، بھیڑیوں جیسے دل والی، استرے کی دھار، زہر اور آگ کی خاصیتوں کی حامل اور شودر جیسی قرار دیا گیا ہے (ص ۲۹۵، ۳۰۵ و ما بعد) اسے تعلیم حاصل کرنے کی اجازت نہیں تھی (ص ۲۶۴) میراث میں اس کا کوئی حق نہیں تھا (ص ۲۰۴) شادی کے وقت شوہر کے ساتھ سات پھیرے لگانے کے بعد اس سے علیحدگی اور طلاق کا کوئی تصور نہیں تھا (ص ۱۴۱) شوہر کے انتقال کے بعد اسے بھی شوہر کی چتا کے ساتھ جلا دیا جاتا تھا۔ اسے ستی پرتھا کہتے تھے (ص ۱۹۶ و ما بعد) اگر کوئی عورت ستی ہونے سے بچ جاتی تو پوری زندگی گھٹ گھٹ کر جینا اس کا مقدّر رہتا تھا۔ عورتوں کی دوبارہ شادی یا بیوہ عورتوں کی شادی کا کوئی تصور نہیں تھا (ص ۱۰۴) عصمت و عفّت کی کچھ اہمیت نہ تھی۔ چنانچہ نیوگ کے نام سے انتہائی گھناؤنی رسم جاری تھی، جس کے مطابق اگر شوہر سے اولاد نہ ہو رہی ہو تو عورت کو اجازت تھی کہ خاندان کے کسی فرد سے جنسی تعلق قائم کر کے اولاد حاصل کر لے (ص ۸۱-۸۴) مندروں میں رقّاصہ عورتوں کا (جنھیں دیوداسیاں کہا جاتا تھا) نظم کیا جاتا تھا۔ اس کے لیے حسین و جمیل لڑکیوں کو خریدا جاتا تھا اور انھیں 'دان' بھی کرایا جاتا تھا۔ یوں تو کہنے کو ان کی شادی دیوتاؤں کی مورتیوں سے کرا دی جاتی تھی، لیکن حقیقت میں وہ مندروں کے پروہتوں اور پنڈتوں کی جنسی تسکین کا سامان فراہم کرتی تھیں۔ اس طرح دورِ وسطیٰ کے مندر زنا کاری اور عیّاشی کے اڈّے بن گئے تھے اور ان کو راجاؤں کی سرپرستی حاصل تھی (ص ۱۸۸) لڑکیوں کی شادی کسی بھی عمر میں ہو سکتی تھی اور

کم سن لڑکی کی بڑی عمر کے مرد سے شادی میں کوئی قباحت نہیں سمجھی جاتی تھی (ص۳۲) تعدد ازدواج اور کثیر شوہری کا رواج تھا، یعنی ایک مرد بہ یک وقت کئی عورتوں کو اپنے نکاح میں رکھ سکتا تھا اور ایک عورت کے کئی مردوں سے جنسی تعلقات ہو سکتے تھے (ص ۷۸-۸۱) ان تمام باتوں کی تائید میں مصنف نے ہندو دھرم کی مذہبی کتابوں کے حوالے دیے ہیں اوران کی اصل عبارتیں مع ترجمہ پیش کی ہیں۔

فاضل مصنف نے ہر بحث کے بعد اس کا خلاصہ بھی بیان کیا ہے۔ اس سے مضامین کو ذہن نشیں کرنے میں مدد ملتی ہے۔ لیکن اس کی خامی یہ ہے کہ اس میں بہت سے سابقہ حوالوں اور اقتباسات کو دہرایا ہے، جس کی بنا پر تکرار پائی جاتی ہے۔ آیاتِ قرآنی کے ساتھ احادیثِ نبوی پر بھی اعراب لگانے کا اہتمام کیا گیا ہے، لیکن اس میں کثرت سے غلطیاں ہیں۔ پروف کی غلطیاں بھی خاصی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے لیے کئی مقامات پر 'جبر الامت' تحریر ہے، جب کہ صحیح تلفظ 'حبر الامۃ' ہے۔ (حبر عالم کو کہتے ہیں) الفاظ کی بعض ترکیبیں طبیعت پر گراں گزرتی ہیں۔ مثلاً ایک عورت کے کئی مردوں سے جنسی تعلقات کے لیے 'کثیر الشوہری' کی ترکیب استعمال کی گئی ہے (شوہر فارسی لفظ ہے، اس پر عربی کا الف لام داخل کر دیا گیا ہے) مصنف نے ہندو مذہبی کتابوں اور بائبل کے تو مکمل حوالوں کا (جلد، صفحہ، باب، آیت، اشلوک وغیرہ کی صراحت کے ساتھ) اہتمام کیا ہے، لیکن یہ اہتمام احادیث کے حوالوں میں نظر نہیں آتا۔ ان کے ضمن میں عموماً صرف کتاب کا نام لیا گیا ہے، باب وغیرہ کی صراحت نہیں اور بہت سے مقامات پر ان کا اندراج یا تو بلا حوالہ ہے، یا صرف 'حدیث' لکھ دیا گیا ہے۔ وہ حدیث کس کتاب میں آئی ہے، یہ مذکور نہیں (ملاحظہ کیجیے صفحات: ۱۶۹-۱۷۰-۲۳۱-۲۵۱-۲۵۲-۲۵۸-۲۶۶-۲۸۹) ایک جگہ **اطلبوا العلم ولو بالصین** (علم حاصل کرو اگر چہ وہ چین میں ملے) کو حدیث رسول کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے (ص۲۶۶) حالاں کہ محققین کے نزدیک یہ بے اصل ہے اوراس کا انتساب اللہ کے رسول ﷺ کی جانب درست نہیں۔ (ملاحظہ کیجیے علامہ محمد ناصر الدین الالبانی، سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ، المکتب

الاسلامی بیروت، ۱۹۸۵ء، ۱/۴۱۳-۴۱۶، روایت نمبر ۴۱۶)۔

بعض مقامات پر محسوس ہوتا ہے کہ فاضل مصنف نے اسلام کی جو ترجمانی کی ہے وہ ناقص، کم زور یا غلط ہے۔ مثلاً 'پردہ' کے ضمن میں انھوں نے عیسائیت کی تعلیم بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بائبل میں اس کے لیے دو الفاظ آئے ہیں۔ ایک ویل (Veil) اور دوسرا روب (Robe)۔ ویل کا مطلب ہے پتلے اور ہلکے بنے ہوئے کپڑے کا دوپٹہ جسے چہرے اور سر کو ڈھکنے کے لیے پہنا جاتا ہے۔ اسے ایک قسم کا نقاب (Hood) کہا جاسکتا ہے۔ اور روب کا مطلب ہے لمبا ڈھیلا ڈھالا لہراتا ہوا لباس، جسے دوسرے کپڑوں کے اوپر پہنا جاتا ہے۔ اسے لبادہ (Gown) کہا جاسکتا ہے، جو ٹخنے سے لے کر کندھے تک لمبا ہوتا ہے (ص ۲۴۸-۲۴۹) پردے کے لیے اسی طرح کے دو لباسوں کا ذکر قرآن کریم میں بھی آیا ہے۔ ایک خمار، یعنی اوڑھنی جس کا ذکر سورۂ النور: ۳۱ میں ہے۔ اسے اندرون خانہ استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور دوسرا جلباب، یعنی گاؤن جس کا تذکرہ سورۂ الاحزاب: ۵۹ میں ہے، اسے گھر سے باہر نکلتے وقت پہننے کی تاکید کی گئی ہے۔ مصنف نے دونوں آیتیں نقل کی ہیں، لیکن خمار اور جلباب کی نہ کوئی تشریح کی ہے نہ دونوں میں کوئی فرق بتایا ہے۔ 'عورت کے حقِ شہادت' کی بحث میں اسلام کی ترجمانی بہت مجمل اور سرسری ہے، جس سے احکام شریعت اور ان کی حکمتیں پوری طرح واضح نہیں ہو پائی ہیں۔ اس موضوع پر صدر ادارۂ تحقیق مولانا سید جلال الدین عمری نے اپنی تصانیف 'عورت اسلامی معاشرہ میں' اور 'مسلمان عورت کے حقوق اور ان پر اعتراضات کا جائزہ' میں مفصّل اور مدلّل بحث کی ہے، جس سے اس سلسلے میں کیے جانے والے اعتراضات کا پوری طرح ازالہ ہو جاتا ہے۔ تعدّد ازواج کی بحث میں مصنف نے اسلام میں 'لونڈیوں سے جنسی تعلق کی اجازت' کے موضوع پر جو کچھ لکھا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ ان کا خیال ہے کہ لونڈی سے جنسی تمتّع کے لیے ضروری ہے کہ اسے سب سے پہلے آزاد کر دیا جائے، اس کے بعد اس سے نکاح کیا جائے، بشرطے کہ یہ نکاح اس کی رضامندی سے ہونا چاہیے، جیسا کہ محمد ﷺ نے خود عملاً کیا تھا۔ آپؐ نے جتنی بھی لونڈیوں سے نکاح کیا